رجسٹرڈ انگلشیہ نمبر

شرح چندہ
سالانہ ۔۔۔۔۔۔ ۵؍
ششماہی ۔۔۔۔۔۔ ۲؍
سہ ماہی ۔۔۔۔۔۔ عا؍

قیمت پرانا پرچہ ۴؍

فرخندہ بنیاد حیدرآباد دکن
ہفتہ وار
مملکت
ایڈیٹر
میر حسن الدین بی۔ اے۔ ال ال۔ بی (عثمانیہ)

رجسٹرڈ آصفیہ نمبر ۱۸۱

شرح چندہ
سالانہ ۔۔۔۔۔۔ ۵؍
ششماہی ۔۔۔۔۔۔ ۲؍
سہ ماہی ۔۔۔۔۔۔ عا؍

قیمت فی پرچہ ۲؍

جلد ۳ | ۲۷ اردی بہشت سنہ ۱۳۵۴ف | ۱۶ ربیع الثانی سنہ ۱۳۶۴ھ | ۳۱ مارچ سنہ ۱۹۴۵ء شنبہ | نمبر ۵۱

صوبہ سرحد میں کانگریسی وزارت کا قیام

ہوا کا رخ بدل رہا ہے

ٹائمز آف انڈیا کے نمائندہ نے لکھتا ہے کہ:

صوبہ سرحد میں کانگریسی وزارت کے قیام کا سارے ملک میں خیر مقدم کیا گیا۔ کانگریسی، اعتدال پسند اور غیر جماعتی عناصر سب اس خیر مقدم میں شریک ہیں۔ مسلم لیگ قدرتی طور پر ناراض ہے لیکن سابق وزیر اعظم نے کانگریس کی وزارتوں کی واپسی کا خیر مقدم کرتے ہوئے ڈاکٹر خان صاحب کو مشورہ دیا ہے کہ وہ ذمہ داری سے اجتناب نہ کریں اور نئی وزارت کے بجائے گورنر کے مشیروں کی حکومت قائم ہونے دیں۔

معلوم ایسا ہوتا ہے کہ لوگ سیاسی تعطل سے بیزار ہو گئے ہیں اور ہر ایسی تحریک کا خیر مقدم کرتے ہیں جو جمود میں حرکت پیدا کر سکے۔ صوبہ سرحد میں کانگریسی وزارت کے قیام سے دو چیزیں منظر عام پر آئی ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس کو مسٹر گاندھی کی تائید حاصل ہے۔ یہ ایک اہم تغیر ہے۔ عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ مسٹر گاندھی اصولاً کانگریسی وزارت کی تشکیل کی تائید کر رہے ہیں۔ مسٹر گاندھی نے یہ مشورہ دیا ہے کہ عوام کی خدمت تمہارا فرض ہے۔ اس کی یہ تعبیر کی جا رہی ہے کہ وہ دوسرے صوبوں میں بھی کانگریسی وزارتوں کے قیام کا مشورہ دیں گے۔ جب ڈاکٹر خان صاحب سے دریافت کیا گیا کہ کانگریس نے ۱۹۳۹ء میں وزارتوں سے مستعفی ہونے کا فیصلہ کیا تھا مگر اب وزارت کی قبولیت ایک تضاد پیدا کرتی ہے۔ اس کی کیا توجیہ ہے؟ ڈاکٹر خان صاحب نے جواب دیا کیا تم ان تغیرات کو نہیں دیکھتے جو تمہارے سامنے ہو رہے ہیں۔

صوبہ سرحد میں کانگریسی وزارت کے قیام سے جو دوسرا عنصر منظر عام پر آیا ہے وہ یہ ہے کہ برطانوی عہدہ داروں کے نقطۂ نظر میں بھی تبدیلی واقع ہو گئی ہے۔ اس بات کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ کانگریس وزارت کو قبول نہیں کرتی تا وقتیکہ برطانوی عہدہ دار اس کی خواہش نہ کریں۔ اگر گورنر کو یہ شبہ ہوتا کہ کانگریس نظم و نسق کو اس طرح چلائے گی کہ مساعی جنگ میں رکاوٹ ہو تو وہ کانگریس کو برسر اقتدار لانے کا خطرہ مول نہ لیتا۔ گذشتہ سال لیگی وزارت کے خلاف عدم اعتماد کی تحریک پیش کرنے کے لئے حزب الاختلاف نے اسمبلی کا جلسہ طلب کرنے کی استدعا کی تھی مگر گورنر نے اس استدعا کو مسترد کر دیا تھا۔ مگر اس وقت عام دستوری طریقہ اختیار کیا گیا کیونکہ گورنر کانگریس کو برسر اقتدار لانے کے مضمرات کے لئے تیار تھا۔

اس کے علاوہ گورنر نے ضمانتی قیدیوں کو بشمول خان عبدالغفار خان رہا کرنے پر رضامندی ظاہر کر دی۔ سندھ اور دیگر مقامات پر قیدیوں کی رہائی کے متعدد بیانات سے مترشح ہوتا ہے کہ ہندوستان کی سیاسی صورت حال سے متعلق حکام کا نقطۂ نظر بدل رہا ہے۔ سیاسی حلقوں میں یہ سمجھا جا رہا ہے کہ حکومت صف اول کے لیڈروں کے ساتھ بھی یہی رویہ اختیار کرے گی۔ اگر ایسا ہو تو سیاسی تعطل کے حل کی دوسری منزل طے ہو جائیگی۔

بعض حلقوں میں خیال کیا جا رہا ہے کہ صوبہ سرحد کا معاملہ ایک خاص نوعیت رکھتا ہے۔ کانگریس ہائی کمان نے صوبہ سرحد پر جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے ہمیشہ خصوصی توجہ مرکوز کی ہے۔ صوبہ سرحد کو اس دعوے کی تائید میں پیش کیا جاتا ہے کہ کانگریس ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں کی نمائندہ ہے۔ صوبہ سرحد کے ساتھ کانگریس نے جو رعایت روا رکھی ہے وہ دوسرے صوبوں کو حاصل نہیں۔

عہدہ داروں کے نقطۂ نظر سے بھی صوبہ سرحد کی نوعیت مختلف رہی ہے۔ یہاں کانگریس کمیٹیوں کو خلاف قانون نہیں قرار دیا گیا۔ اس صوبے کے کانگریسی وزیر اعظم کو گرفتار نہیں کیا گیا۔ یہی اسباب تھے جن کی بنا پر کانگریس کو دوبارہ برسر اقتدار آنے کا موقع دیا گیا۔ یہ فرض کرنا درست نہ ہوگا کہ دوسرے صوبوں کے گورنر بھی یہی رویہ اختیار کریں گے۔

دوسرے صوبوں سے متعلق ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ مسٹر گاندھی ایسے اقدام کی تائید کریں گے یا نہیں یہ ابھی غور طلب ہے۔ وہ ان حالات میں کس طرح اس کی تائید کریں۔ اگر مجلس عاملہ کے ارکان رہا کر دئے جائیں اور مرکز میں قومی حکومت کے قیام کا امکان ہو تو وہ اس مسئلہ پر ضرور غور کریں گے۔ مسٹر کالیشور راؤ نے گذشتہ ہفتہ مسٹر گاندھی سے ملنے کے بعد جو صحافتی بیان دیا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ دوسرے صوبوں سے متعلق بھی مسٹر گاندھی کا دماغ ابھی بنیادوں پر کام کر رہا ہے۔

اس وقت کے منظر کو کسی قدر مختلف [illegible] میں مسلم لیگ کو جو سیاسی مسائل درپیش ہیں [illegible] صوبہ سرحد کے واقعہ سے کیا [illegible] مسٹر [illegible] نظم [illegible]

مملکت ہفتہ وار

جلد ۴	۲۷ اردی بہشت ۵۶ ف	نمبر ۱۵

مسٹر رنگ راؤ کا خطبہ صدارت

مسٹر رنگ راؤ ایڈیٹر "رعیت" نے آندھرا کانفرنس کی بارھویں سالانہ میقات کی صدارت کرتے ہوئے جو خطبہ پڑھا ہے اُس کے بعض پہلوؤں پر روشنی ڈالنا ہم ضروری سمجھتے ہیں۔

گزشتہ سال جب آندھرا مہاراشٹرا اور کرناٹک کانفرنسوں کی مجالس عاملہ نے منتخب ممبران پر مشتمل ایک مشترکہ کمیٹی تشکیل دی تھی تو ہم نے اس اقدام کا خیر مقدم کرتے ہوئے یہ توقع ظاہر کی تھی کہ یہ مشترکہ کمیٹی اگر مجلس اتحاد المسلمین سے سمجھوتہ کر کے حقیقی معنوں میں مشترکہ بن جائے تو ملک کا ایک بڑا مسئلہ حل ہو جائے گا لیکن ہمیں افسوس ہے کہ نہ صرف ہماری یہ توقع پوری نہیں ہوئی بلکہ خود یہ مشترکہ کمیٹی وہ اثر و نفوذ پیدا نہ کر سکی جس کی وہ مستحق تھی۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ کمیٹی کچھ بولنے والی شاندار رہ گئی۔ ہم اپنی اس رائے کی وضاحت کے لئے مثال کے طور پر اس واقعہ کو پیش کرتے ہیں کہ جب آندھرا کانفرنس میں دو پارٹیاں ایک دوسرے کے مقابل میں صف آرا ہو گئیں تو اس مشترکہ کمیٹی کی کوشش مصالحت کچھ اس درجہ بے اثر ثابت ہوئی کہ کمیٹی مذکور کا وقار اگر کچھ تھا بھی تو وہ باقی نہ رہا۔ مشترکہ کمیٹی سے ہمیں توقع تھی کہ وہ حیدرآباد کی پبلک زندگی کو لسانی، نسلی، تمدنی اور مذہبی جھگڑوں سے پاک کر کے خالص معاشی اور سیاسی بنیادوں پر از سر نو تشکیل دینے کی تلقین کرے گی۔ مگر اس جانب کوئی توجہ نہیں کی۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہر جگہ لسانی و علاقہ واری اداروں — جیسے آندھرا مہاراشٹرا اور کرناٹک کانفرنس — جداگانہ شہرت رکھتے ہیں اور تمدنی پسندی کے جراثیم پھیلتے ہیں۔ انتشار انگیز کارروائیوں میں حسب سابق مصروف ہیں۔

مسٹر رنگ راؤ نے اپنے خطبہ کے ابتدائی حصہ میں آندھرا تحریک کے جواز کے مسئلہ کو چھیڑا ضرور ہے لیکن خود ان کے اعتراف میں اس تحریک کا محرک جارحانہ رہا ہے۔ ہم ابتدا ہی سے ان علاقہ واری اداروں کے کبھی حامی نہیں ہیں۔ ہم ایک ایسے ادارے کے قیام کے متمنی ہیں جو رعایائے آصفی کے تمام فرقوں، طبقوں اور ملک کے سارے علاقوں پر مشتمل ہو۔ جیسا کہ خود مسٹر رنگ راؤ نے اعتراف کیا ہے ہمارے سیاسی و معاشی مسائل صرف تلنگانہ ہی سے متعلق نہیں ہیں۔

ہمیشہ سے ہماری یہ رائے تھی اور اس پر ہمیں اصرار رہا ہے کہ اہل حیدرآباد کو خارجی ہدایات اور رہنمائی سے دور رہنا چاہئے۔ ہمیں اپنے ملک کے حالات کا جائزہ لے کر اپنی عقل و فراست سے ایک آزاد پالیسی کی تخلیق کرنی اور اس کو روبعمل لانا چاہئے۔ خوشی کی بات ہے کہ مسٹر رنگ راؤ نے اس نقطۂ نظر کو قبول کر لیا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ :-

> "ہمیں خارجی ہدایات اور رہنمائی پر منحصر نہ رہنا چاہئے۔ ہم ضرور باہر سے روشنی حاصل کر سکتے ہیں لیکن ہم کسی طرح بھی بیرونی امداد یا امانت کی حیثیت سے کام نہیں کر سکتے۔ ہم کو اپنے ملک کے حالات کا جائزہ لیتے ہوئے اپنی عقل و فراست سے ایک آزاد پالیسی کی تخلیق اور اس کو روبعمل لانا چاہئے۔ ممکن ہے کہ ہم سے چند غلطیاں سرزد ہو جائیں لیکن اُن کی اصلاح کا امکان ہر وقت موجود ہے۔ اس سے ہمارے ملکی مسائل میں نہ صرف کوئی اختلافات ہی نہ ہوں گے بلکہ ہم میں ایک ایسی مقامی قیادت کی تخلیق ہو گی جس کے لئے دوسروں پر ہم کو منحصر ہونا پڑے گا۔"

ہم مسٹر رنگ راؤ کے اس اعلان کا خیر مقدم کرتے ہیں آزاد ریاستوں میں ذمہ دارانہ حکومت کے لئے جو جدوجہد کی جا رہی ہے وہ فی الحقیقت برطانیہ کے اقتدار اعلیٰ کے خلاف ہے۔ حیدرآباد کی حد تک اس اعلان پر ہم صرف یہ کہنا چاہتے ہیں کہ کاش ایسا ہوتا۔ اگر مسٹر رنگ راؤ اپنے اعلان کو عملی صورت دیں تو ہم انہیں یقین دلاتے ہیں کہ ہر مکتب خیال کے لوگ اُن کے ساتھ ہیں۔

حیدرآباد کے دستور جدید سے متعلق مسٹر رنگ راؤ نے کوئی نئی یا قابل غور بات نہیں کہی اور کوئی قابل عمل نقد نظر پیش کیا۔ اگر مسٹر رنگ راؤ ہماری اجتماعی زندگی کے حقائق سے چشم پوشی یا روگردانی کرنا نہیں چاہتے تو انہیں چاہئے کہ جدید دستور کو ملک کی پیداوار سمجھیں جیسا کہ ہم سمجھتے ہیں اور تجربہ کار دوست بشمول مسٹر رنگ راؤ کا نقطۂ نظر رہا ہے اور تجربہ سے دستور میں جو اسقام پائے جائیں اُن کی اصلاح کی کوشش کریں۔

مسٹر رنگ راؤ نے ما بعد جنگ معاشی منصوبہ بندی سے سیاسی فوائد حاصل کرنے کی کوشش کی ہے جیسا کہ ہم سمجھتے ہیں کہ اُن کا یہ عمل درست نہیں ہے۔ ہم حکومت اور عوام کے باہمی اشتراک عمل کے دل سے قائل ہیں لیکن اس خیال کی تائید نہیں کر سکتے کہ سیاسی لیڈروں کے تعاون کے بغیر سارے منصوبے نقش بر آب ثابت ہوں گے۔ خود سوویٹ روس کو اس کی زندگی کے ابتدائی مراحل میں نہ صرف لیڈروں کا بلکہ عوام کا بھی کامل تعاون حاصل نہیں تھا۔ مارس ہنڈس نے اپنی کتاب (Russia Fights on) میں لکھا ہے کہ سوویٹ روس میں پنچ سالہ لائحہ عمل نافذ کرتے وقت شہری آبادی پر فوجی قانون مسلط کر دیا گیا۔ جبر و استبداد سے اس لائحہ عمل کو نافذ کیا گیا۔ اس سے جن لوگوں نے اختلاف کیا انہیں سخت سزائیں دی گئیں لیکن یہ لائحہ عمل جو جبر و تشدد سے نافذ کیا گیا تھا وہ اس کے لئے بالآخر بے حد مفید ثابت ہوا۔ حیدرآباد میں صورت حال اس سے مختلف ہے۔ یہاں حکومت کو عوام کا تعاون حاصل ہے اس لئے یہ خوف بیجا ہے کہ معاشی منصوبہ بندی ناکام ہو گی۔

مسئلہ اغذیہ سے متعلق مسٹر رنگ راؤ نے محققانہ یا واقعاتی بحث کرنے کے بجائے چند عامیانہ الزامات کو عمومی رنگ دے دیا ہے۔ ہمیں یہ دیکھ کر بڑا تعجب ہوا کہ غذائی مسائل کے سلسلہ میں عوام کی پریشانی کا ذکر کرتے وقت مسٹر رنگ راؤ نے ذخیرہ بازوں اور نفع اندوزوں کی مذمت میں ایک لفظ کہنا بھی مناسب نہیں سمجھا۔ ہم صاحب موصوف کی اس شکایت سے اپنے آپ کو متفق پاتے ہیں کہ اناج کی قیمتیں بڑی چڑھی ہیں اور ان میں تخفیف کی گنجائش ہے۔ ہمیں امید ہے کہ نواب لیاقت جنگ بہادر اپنے دور صدر المہامی کی ابتدا تخفیف نرخ اجناس سے کر کے غریبوں کی دعائیں حاصل کریں گے۔ ہم مسٹر رنگ راؤ کے اس مطالبہ کی بھی تائید کرتے ہیں کہ قانون تول داری کو بعجلت ممکنہ روبعمل لایا جائے اور نیز یہ کہ قانون ابل مرد بھی نافذ کیا جائے۔

یہ تھا تبصرہ خطبہ کے مندرجات پر۔ اب ہم اُن امور کے متعلق کچھ کہنا چاہتے ہیں جن کا ذکر خطبہ میں نہیں کیا گیا۔ ہم حیران ہیں کہ مسٹر رنگ راؤ نے اپنے خطبہ میں ہندو مسلم مفاہمت کا ذکر تک نہیں کیا۔ کیا مسٹر رنگ راؤ یہ سمجھ چکے ہیں یا اس قدر بے نیاز ہیں؟ دونوں صورتیں خطرہ سے خالی نہیں ہیں۔

امید ہے کہ آئندہ مرکزی کانفرنس اور خود مسٹر نرسنگ راؤ اس ضمن میں اپنا موقف واضح کریں گے۔

دوسری اہم چیز جس کا خطبہ میں ذکر نہیں ہے یہ ہے کہ جدید جنگ ہندوستان میں حیدرآباد کی حیثیت کیا ہونی چاہئے؟ مسٹر نرسنگ راؤ کا یہ اشارہ کہ ہندوستان کی آزادی سے ریاستوں کا مستقبل وابستہ ہے نہ صرف مبہم ہے بلکہ شبہ آفریں بھی ہے۔ ہم ممنون ہوں گے اگر فاضل مدیر ملت اس ابہام کی گتھیوں کو روشنی میں لائیں۔ تیسری چیز جس کا ذکر خطبہ میں کیا جا سکتا تھا مگر نہیں کیا گیا یہ ہے کہ مسٹر نرسنگ راؤ نے حکومت کی ان مساعی پر اظہار تشکر نہیں کیا جن کی بدولت مملکت آصفیہ بہ فیض ابدی اور بہ اقبال جہاں پناہی مسائل زندگی میں دیگر اقطاع ہند سے نسبتاً خوش نصیب ہے۔ گزشتہ چند سال کے دوران میں حکومت سرکار عالی کی پالیسی میں بعض اہم اور خوشگوار تبدیلیاں ہوئی ہیں۔ مثلاً حکومت نے اعلان کیا ہے کہ سوشیل سروس اس کا مطمح نظر ہے۔ قومی تعمیر کے مسائل میں حکومت نے عوام کا اشتراک حاصل کرنے میں پیش قدمی کی۔ مثلاً غذائی مجالس کا قیام، مزدوروں کے مسائل کی جانچ و تنقیح میں عوامی نمائندوں کی شرکت، مشاورتی کمیٹیوں اور قانون سازی کی دیگر کمیٹیوں میں غیر سرکاری عنصر کی شمولیت۔ کیا یہ اقدامات خوش آئند نہیں ہیں؟ مسٹر نرسنگ راؤ کا سکوت اعتراف حق سے گریز ہے۔

باوجود اس کے کہ امور بالا خطبہ میں شریک نہیں کئے گئے ہم ملکی زندگی کے موجودہ دور میں مسٹر نرسنگ راؤ کے وجود کو غنیمت سمجھتے ہیں۔ ہم صاحب موصوف کی اخلاص مندی اور صلح پسندی کے معترف ہیں۔ ہم نے جو تنقید کی ہے وہ دوستانہ اور تعمیری ہے ہم کو توقع ہے کہ مسٹر نرسنگ راؤ ان اعتراضات کی روشنی میں اپنے لائحہ عمل اور مسلک کی اصلاح کریں۔

حیدرآباد میں پارچہ کی موجودہ حالت

از

مسٹر عابد علی خاں صاحب

بڑی خوشی کا مقام ہے کہ ملک کی وقتی ضروریات کے مدنظر محکمہ متعہدی رسد سرکار عالی میں صحافتی کانفرنس منعقد ہونے لگی ہے اور غذا کے مسائل خوش اسلوبی سے سلجھتے جا رہے ہیں۔ غذا سے قطع نظر پارچہ کے سلسلہ میں تنظیم کی ضرورت ہے۔ ۱۰ر اردی بہشت سنہ ۱۳۵۳ف کے مقامی اخبارات میں یہ اطلاع شائع ہوئی ہے کہ

"آخر میں جب پارچہ کی عدم دستیابی سے متعلق سوالات کئے گئے تو کمشنر پارچہ مسٹر بیلو اطمینان بخش جوابات نہ دے سکے اور کچھ ایسے لب و لہجہ میں آپ نے گفتگو کی جسے عام طور پر ارباب صحافت پسندیدہ نظروں سے نہ دیکھ سکے۔"

جب ملک کے تعلیم یافتہ طبقہ کو اطمینان حاصل نہیں تو ان غریب غیر تعلیم یافتہ جلاہوں کی حالت پر غور فرمائیے۔ جو دفتر کمشنری پارچہ متصل دفتر نشان شاہی عزا میں صبح سے شام تک ایک دو بنڈل سوت کی فراہمی میں ماہ اردی بہشت کی دھوپ میں کسی سایہ کے بغیر سدا پھلائے کھڑے نظر آتے ہیں۔ بعض پارچہ باف جو معمولی طور پر خواندہ ہیں وکلا کے گھروں پر پہنچتے ہیں۔ انگریزی زبان میں درخواست کمشنر صاحب کے ملاحظہ میں پیش کرتے ہیں۔ تھوڑی بہت خوشامد کے بعد "پرمٹ" اجازت نامے حاصل کر لیتے ہیں۔ لیکن ان بیچارہ جلاہوں کی حالت پر نظر ڈالئے جو ملکی زبان یعنی اردو میں درخواست پیش کرتے ہیں۔ صدہا میل طے کرکے دور دراز اضلاع سے حیدرآباد آتے ہیں۔ لیکن ان کی درخواستوں پر کچھ تجویز نہیں فرمائی جاتی۔ ہزاروں کی تعداد میں ایسی درخواستیں کمشنر صاحب کے میز پر بکھرے پڑے ہیں۔

ہم کو صرف یہ دیکھنا ہے کہ حیدرآباد کی صنعت پارچہ بافی کے لئے کیا کام ہو رہا ہے۔ پچھلے پندرہ دن میں صاحب موصوف بمبئی کا سفر کرتے ہیں اور یہ اطلاع اخبارات میں آ جاتی ہے کہ بمبئی سے حیدرآباد کا حصہ رسدی منظور ہو چکا ہے اور عنقریب پارچہ اور سوت وہاں سے آ رہا ہے۔ سرکار عالی کی جانب سے پارچہ کا ایک ڈپو سکندرآباد اور عنقریب بمبئی میں قائم کیا جا رہا ہے۔ لیکن یاد رہے کہ یہ ایک دل خوش کن اطلاع ہے کہ مملکت کا سمت مرہٹواڑی کپاس کے لئے مشہور ہے۔ اور ہمارے ملک میں بڑے کارخانے موجود ہیں لیکن اس کے باوجود پارچہ کے لئے ہمارا ملک خودکفیل نہیں ہو رہا ہے۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ ہمارے کارخانوں سے معیاری پارچہ اور دوسرا پارچہ تیار ہو کر باہر جا رہا ہے۔ اور باہر کا پارچہ یہاں آ رہا ہے۔ جبکہ جنگ کی وجہ سے ریلوں پر زیادہ بار پڑ رہا ہے تو پارچہ کی درآمد کے مسئلہ پر غور کیا جانا از بس ضروری ہے۔

امداد باہمی کے زرین اصولوں پر عمل کرکے انگلستان نے خوب ترقی حاصل کی۔ مقام مسرت ہے کہ ہمارے پاس غذا کی حد تک ان ہی اصولوں پر تنظیم کی جا رہی ہے۔ پارچہ میں بھی اسی طرح کی تنظیم کی ضرورت ہے۔

لیکن کمشنر صاحب موصوف سرمایہ داری کے اصول کے حامی ہیں۔ ہماری سیاسی، معاشی اور جغرافیائی اصولوں سے قطعاً ناواقف ہیں۔

اب تک کسی انجمن امداد باہمی برائے پارچہ کا قیام عمل میں نہیں آیا۔ مملکت آصفیہ میں زراعت کے بعد پارچہ بافوں کی ہی زیادہ آبادی ہے۔ اگر امداد باہمی کے صحیح اصولوں پر عمل نہیں کیا گیا تو اندیشہ ہے کہ نارائن پیٹ، آرمور، سنگاریڈی، ناندیڑ اور پیٹھن کی دستی پارچہ بافی کی صنعت زوال پذیر ہو جائے گی۔ اور بیرونی دستی پارچہ کی یہاں کھپت ہونے لگے گی۔

امداد باہمی کی انجمنیں معیاری پارچہ کی فروخت کا بھی کام انجام دے سکتی ہیں۔ لیکن یہ کام مرکز شمل کی درخواست کرکے نشان شاہی عزا کے ارباب اقتدار کے تفویض کر دیا گیا۔ اس طرح بڑے بڑے سرمایہ داروں کی سرپرستی کی جا رہی ہے۔ اور غریب صارفین کو پارچہ نہیں مل رہا ہے۔ ٹھوک فروش پارچہ کا ذخیرہ کر رکھے ہیں۔ اور ایک دفعہ بھی کاروائی عدالت نہیں کی۔ اس عدم توجہی کی وجہ صدارت عظمیٰ کی منظوری کی مدد کہ ہے۔ اور اس کے لئے ایک عرصہ لگ جاتا ہے۔

اعلیٰ حضرت سلطان العلوم کی نظر مملکت شناس نے پہلے ہی ان امور پر غور فرمایا تھا۔ آج سے ڈیڑھ سال قبل جناب کمشنر صاحب پارچہ کے تقرر کے وقت یہ فرمان مبارک شرف صدور لایا تھا کہ منظوری کی مدت ملازمت چھ ماہ کے لئے اس شرط کے ساتھ منظور کیا جاتا ہے کہ اس دوران میں کسی ملکی کو ٹریننگ دلائی جائے۔ واضح رہے کہ محکمہ تجارت و حرفت سرکار عالی میں صنعت پارچہ بافی کے ماہرین اور ڈپلومہ یافتہ موجود ہیں جو کمشنری پارچہ کی خدمت کو بہ حسن و خوبی انجام دے سکتے ہیں۔

امید کہ ہماری یہ آواز صدا بصحرا ثابت نہ ہوگی۔ ورنہ اندیشہ ہے کہ کلکتہ اور بمبئی کی طرح یہاں بھی پارچہ کی راشن بندی کرنی پڑے گی۔ اور یہاں کی صنعت پارچہ بافی کو زوال آ جائے گا۔

مراسلات

نظامت محکمہ برقی

بخدمت جناب ایڈیٹر صاحب "مملکت"

سنا جا رہا ہے کہ نظامت محکمہ برقی و دار الضرب کی جو جائداد حال میں خالی ہوئی ہے اس پر ایک ایسے صاحب کا تقرر کیا جا رہا ہے جو حیدرآبادی نہیں ہیں۔ اگر یہ خبر صحیح ہے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا خود ملک کے اندر ایسے میکانیکل انجینئر موجود نہیں ہیں جو اس خدمت پر مامور کئے جا سکتے ہیں۔ بیرونی اصحاب کا تقرر ایسی صورت میں ضروری اور درست ہے جبکہ ملک میں ایسے ماہرین کا فقدان ہو۔ یہاں پہلا ...

قومی تحریک کی ناکامی

مترجمہ
آر گپت راؤ

ہندوستان کی موجودہ صورت حال باشندگان ہند کے اس طبقہ کے لئے جو سیاسی اعتبار سے سب سے اہم ہے یعنی متوسط درجہ کے صائب الرائے طبقہ کے لئے ایک چیلنج کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ صورت حال ان کے فکر و خیال کی دیانت اور جذبہ عمل کی جرأت کے لئے ایک چیلنج ہے۔ ملک کے سیاسی مسائل کو قوم پرستانہ اور فرقہ وارانہ ہر دو انداز میں حل کرنے کی نظری اور عملی کوشش بیکار بلکہ مضرت رساں ثابت ہو چکی ہے۔ اب یہ حقیقت واضح ہو چکی ہے کہ باشندگان ہند جمہوری آزادی کی اس منزل تک جس کی وہ مدت سے آرزو رکھتے ہیں قومی تحریک کے ذریعہ نہیں پہنچ سکتے اور نہ فرقہ وارانہ تحریک اس منزل تک ان کی رہنمائی کر سکتی ہے۔ وقت آ گیا ہے کہ جذباتی قوم پرستی اور تنگ نظر فرقہ پرستی سے جو آزادی کی عام تحریک پر خود غرض طبقات کی گرفت کو مضبوط کرتی ہیں دست بردار ہو کر ملک کا صائب الرائے طبقہ اس جمہوری تحریک کی بنیاد اپنے ہاتھوں سے رکھے جس کا نصب العین اقتصادی اور سیاسی آزادی ہو۔ حالیہ تجربات نے ملک کے صائب الرائے طبقہ میں ایک ہمہ گیر اور عام مایوسی کے آثار پیدا کر دئے ہیں اور نتیجے کے طور پر قوم پرستانہ اور فرقہ وارانہ تحریک پر ان کا اعتماد متزلزل ہو چکا ہے لیکن اس کے باوجود کوئی متبادل راستہ اختیار کرنے کے متعلق اس میں ایک عجیب و غریب پس و پیش دکھائی دیتا ہے۔ متوسط طبقہ کی غالب اکثریت [illegible] تماشائیوں کی طرح کھڑی ہے۔ پرانے خیالات و نظری خرابیاں اور انداز فکر کی ناکامیاں اس کو بھی محسوس ہو رہی ہیں لیکن وہ اس کے لئے ابھی آمادہ نہیں کہ صورت حال کا مردانہ انداز میں مقابلہ کرے۔ حقائق کا مقابلہ کرنے کی آمادگی نا پید ہے۔ اور نتیجے کے طور پر ایک سیاسی جمود قائم ہے جس کی ذمہ داری صائب الرائے طبقہ پر عائد ہوتی ہے۔

حالیہ تجربات ہمارے "ہندوستانی قومیت" سے متعلق [illegible] خیز ہیں۔ حاصل یہ کہ قومیت کی یہ تحریک بہت کمزور ہے اور اس قدر منتشر ہے کہ وہ برطانوی اقتدار کو ایک ایسے زمانہ میں بھی جبکہ وہ ایک سخت نظام کو قائم رکھنا چاہتی ہے مغلوب کرنے کا دم نہیں رکھتی۔ دوسرے یہ کہ حصول اقتدار یا موجودہ اقتدار سے کامیاب گفت و شنید کرنے کے بجائے یہ تحریک فرقہ وارانہ اختلافات کو دور نہیں کر سکتی۔ تیسرے یہ کہ قومیت کی یہ تحریک اسی صورت میں اپنا نصب العین حاصل کر سکتی ہے جبکہ برطانوی حکمران رضاکارانہ طور پر اقتدار منتقل کرنے پر آمادہ ہو جائیں۔ اگر ایسا ہوا بھی تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ یہ اقتدار برطانوی خود غرض طبقہ کے ہاتھ سے نکل کر ہندوستان کے اعلیٰ طبقوں کے ہاتھ میں چلا جائے گا۔ اگر ہندوستان کی تحریک قومیت موجودہ اقتدار سے گفت و شنید کے ذریعہ یا کسی اور طریقے سے سیاسی طاقت حاصل کرنے میں کامیاب ہو بھی جائے تو اس کے نتیجے کے طور پر صرف ملک کے خود غرض طبقات اپنا تسلط قائم کر لیں گے جس کے تحت باشندگان ہند پہلے سے زیادہ سخت غلامی کی زنجیروں میں جکڑے جائیں گے۔ یہ نتائج جن کو ہم نے اس سے قبل بھی ہندوستانی قومیت کی اندرونی منطق کا تجزیہ کر کے اخذ کیا تھا اور جو حالیہ تجربات کی بدولت پھر ایک مرتبہ ہم پر روشن ہو چکے ہیں جنگ آزادی کے سپاہیوں کو اس امر پر مجبور کرتے ہیں کہ وہ روایتی سیاسی نظریات کو پھر ایک بار جانچیں اور ان کی جگہ جدید نظریات تشکیل دیں۔

برطانوی سامراجیت اور ہندوستانی قومیت مشترکہ طور پر اس بات کے مخالف رہے ہیں کہ کسی قسم کا اقتدار بحیثیت مجموعی باشندگان ہند کے ہاتھوں میں منتقل کیا جائے۔ دونوں ہی یکساں اور یک رنگ ہو کر اس بات کے خلاف رہے ہیں کہ ہندوستانی سوسائٹی میں انقلابی نوعیت کی تبدیلی پیدا کی جائے۔ یہ خواہش کہ کسی ایسی انقلابی تحریک کو جو ہندوستان کے عام باشندوں میں خود بخود ہو روک دیا جائے اور اگر ضرورت ہو تو اس کو کچل دیا جائے ایک ایسا رشتہ ہے جس میں برطانوی سامراجیت اور ہندوستانی قومیت منسلک رہی ہیں۔ یہی وہ متحدہ مقصد ہے جو دونوں میں ایک سمجھوتہ کی اساس کا کام دیتا رہا ہے۔ ان حالات میں کوئی قوم پرست شعوری یا غیر شعوری طور پر اس امر کا دعویٰ نہیں کر سکتا کہ وہ سامراجیت کا دشمن ہے۔ قومیت صرف اس بات کو ترجیح دیتی ہے کہ غیر ملکی سرمایہ داروں کے بجائے ملکی سرمایہ داروں کا راج قائم ہو جائے۔ اس قسم کا نظریہ صرف نسلی منافرت اور عداوت کے ذریعہ ہی پیدا ہو سکتا ہے اور نسلی منافرت قومیت کی بنیاد ہے۔ قوم پرستوں کی اس جنگ کا ہندوستان کی وسیع اکثریت کے حقیقی مفاد سے کوئی تعلق نہیں۔ ہندوستان کی اکثریت کے مفادات کی خدمت اس سے نہیں ہو سکتی کہ اس کو ایک مخصوص طبقہ کے بجائے دوسرا مخصوص طبقہ اپنے اغراض کے لئے ناجائز طور پر استعمال کرے اور اپنا غلام بنائے رکھے۔ یہ وسیع اکثریت استحصال ناجائز کے اس طریقے کا خاتمہ کرنے اور سوسائٹی کو نئے سرے سے ایک ایسے سانچے میں ڈھالنا چاہتی ہے جس سے سماجی مساوات اور اقتصادی و مادی ترقی کی فضا پیدا ہو سکے۔ صرف آقاؤں کی چمڑی سفید سے سیاہ ہو جانے سے تو اس وسیع اکثریت کی تقدیر نہیں بدل سکتی۔ لہٰذا یہ ثابت ہوا کہ برطانوی سامراجیت اور ہندوستانی قومیت کی باہمی کشمکش کا تعلق شروع سے آخر تک اونچے طبقات کے جائز و ناجائز اغراض سے رہا۔

اگر بحیثیت مجموعی دیکھا جائے تو ملک کے عام باشندوں کو قومی تحریک سے یا تو کوئی دلچسپی نہیں رہی ہے جس کو وہ [illegible] دیکھتے رہے یا پھر معمولی حد تک وہ اس سے متاثر ہوئے کیونکہ اس تحریک نے عام باشندوں کے معاشی مطالبات کی تکمیل کے لئے لڑنے پر کبھی آمادگی ظاہر نہیں کی۔ اس کے علاوہ تمام فرقوں کے باشندوں کے اقتصادی مطالبات کی سرپرستی کرنے میں ناکامی کی وجہ سے وہ اپنے قدم جما نہ سکی اور اس کی طاقت فرقہ وارانہ جماعتوں میں بٹ گئی جو ایک دوسرے کی حریف تھیں اور جن میں اقتدار و حکومت کے [illegible] کے لئے ایک مسلسل جنگ چھڑ گئی۔ اس طرح تحریک قومیت شکست کھا چکی اور بے حال ہو چکی ہے اور اس کی جڑیں اس قدر ہل چکی ہیں کہ اب کوئی تلافی نہیں ہو سکتی تاوقتیکہ ایک غیر ملکی سامراجیت کا مددگار ہاتھ اس کو پھر ایک مرتبہ برسر اقتدار لانے تاکہ [illegible] انقلاب کا انسداد ہو۔

برطانوی سامراجیت اور ہندوستانی قومیت کے سرپرستوں میں ایک مخالف جمہوریت ساز باز کی شکل میں طاقت حاصل کر رہی ہے جس کا مقصد ہندوستان کے عام آدمی کو اقتدار و حکومت سے دور رکھنا ہے لیکن اس ساز باز نے ایک نئی اور پر فریب صورت اختیار کر لی ہے۔ قوم پرور قائدین تا حال جیل میں ہیں لیکن ملک کے صنعتی و تجارتی طبقات جو قومی تحریک سے بلا شرکت غیرے فائدہ اٹھاتے رہے ہیں ہندوستان کی حکومت میں روز افزوں اثر و نفوذ حاصل کرتے جا رہے ہیں۔ ہندوستانی سرمایہ داروں کے خاندانے جو بڑے قوم پرست ہیں اور جنہوں نے ایک قومی حکومت کے قیام سے متعلق اپنی تمناؤں کو کبھی راز میں نہیں رکھا حکومت کی مشنری کے اہم مقامات پر فائز ہوتے جا رہے ہیں۔ حکومت کی دوران جنگ کی حکمت عملی اور مابعد جنگ منصوبہ بندیوں کی نگرانی روز بروز یہی سرمایہ دار طبقہ کر رہا ہے۔ برطانوی سامراجیت نے فیصلہ کیا کہ اقتدار کو ہندوستان کے عام باشندوں میں منتقل کرنے کے بجائے اس کو بتدریج ہندوستان کے اونچے طبقات کے حوالے کر دیا جائے۔ ملک کے سرمایہ دار طبقہ نے صلح جوئی کے اس رویہ کے منطقی نتیجے کے طور پر

(بقیہ ملاحظہ ہو صفحہ [illegible])

کفن کے لئے بھی کپڑا نہیں ملتا

بمبئی میں کپڑے کا قحط

کپڑے کی قلت کے باعث بمبئی میں ایک انجمن قائم ہوئی ہے جس کا مقصد مُردوں کے لئے کفن مہیا کرنا ہے۔ یہاں کپڑے کی قلت کا یہ حال ہے کہ لوگوں کو میت کے لئے کفن بھی نہیں ملتا۔ اسی سے زندوں کی تکالیف کا بھی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ بمبئی میں مزدور، روزانہ کروڑوں گز کپڑا تیار کرتے ہیں لیکن انھیں ایک لنگی دھوتی اور ایک ساڑی کے لئے سارے دن ایک دوکان سے دوسری دوکان پر مارا مارا پھرنا پڑتا ہے۔ راشن بندی سے پہلے ان کی دوکانوں پر جو بھیڑ ہوتی تھی آج بھی منتظر کپڑے کی دوکانوں پر نظر آتی ہے صبح سے شام تک قطار میں کھڑے رہنے دھوپ کی پابندی میں نہانے پھر بھی خالی ہاتھ پھر جانے کے کیونکہ دوکاندار نے اعلان کردیا کہ آج کا دن بھر کا کوٹہ ختم ہوگیا ہے پھر کل آؤ اور اسی طرح قطار میں کھڑے ہوکر انتظار کرو۔ آگے تمہاری قسمت۔

پچھلے ہفتے بیپاگلی میں زائن روڈ کی کپڑے والے کی دکان پر ہلڑ ہوگیا وہ صبح سے دوکان کھلنے کا انتظار کررہے تھے اور جب دوکاندار نے کہا کہ کپڑا نہیں ہے تو مجمع مشتعل ہوگیا اور دوکان پر دھاوا کردیا۔ یہ جا ریری کی ایک دکان پر بھی جو نیشنل میوزیم کے سامنے ہے ایسا ہی حادثہ پیش آیا۔ اب حکومت نے لائسنس یافتہ دوکانوں کے سامنے اس قسم کے ہنگاموں کو روکنے کے لئے پولیس تعینات کی ہے۔ ململ لٹھا ساڑی، دھوتی انہیں دوکانوں سے کپڑا لینا ہوتا ہے لیکن اگر آپ چور بازار کی قیمت دیں یعنی کنٹرول ریٹ سے سو فیصدی زیادہ تو یہی کپڑے گھر بیٹھے مل جاتے ہیں۔ چور بازار کی قیمتوں کا اندازہ مندرجہ ذیل جدول سے کیجئے۔

کپڑا	کنٹرول قیمت	چور بازار کی قیمت
ململ [illegible]	[illegible]	[illegible]
وائل [illegible]	[illegible]	[illegible]
شیفون کی ململ	[illegible]	[illegible]
لٹھا [illegible]	[illegible]	[illegible]
دھوتی [illegible]	[illegible] جوڑی	[illegible] جوڑی
ساڑی	[illegible] ایک	[illegible] ایک

ان قیمتوں کے پیچھے ہوئے بمبئی کے غریب طبقے ان میں مزدوروں کی حالت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ [illegible]

کسی مزدور کو اپنے لئے ایک جوڑا دھوتی یا لنگی بیوی کے لئے ایک جوڑی ساڑی خریدنی ہو تو اسے اپنی آدھی تنخواہ چور بازار کے نذر کردینا پڑتی ہے۔

گو کہ پہلے صوبائی کمشنر کنٹرول نے اپنے تجربہ کو یہ لکھ کر یقین دلایا تھا کہ اس نے صرف ان دوکانوں کو لائسنس دیا ہے جن کی ایمانداری پر شک نہیں کیا جاسکتا لیکن کیا ان دوکانوں پر گاہکوں کو ضرورت کا کپڑا ملتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ ان میں سے اکثر دوکاندار اپنے کوٹہ کا صرف ایک حصہ کھلے بازار میں کنٹرول ریٹ پر بیچتے ہیں اور بقیہ چور بازار میں کھپا دیتے ہیں۔ چنانچہ بھولی واڈا، ململ بازار اور دادر کی بعض دوکانوں کی چور بازاری کے خلاف اخباروں میں بھی شکایات آئی ہیں لیکن حکومت نے ابھی تک اس چور بازاری کا کوئی انسداد نہیں کیا ہے۔

سب سے دلچسپ بات یہ ہے کہ گو دوکان پر کپڑا نہیں ملتا لیکن بھولیشور، ململ بازار، کرانٹ روڈ اور محمد علی روڈ پر جو سینکڑوں پھیری والے کپڑا بیچتے ہیں، ان کے پاس شنگھائی، وائل، ہر قسم کا کپڑا موجود ہوتا ہے بعضوں کے پاس دھوتیاں بھی ہوتی ہیں۔ جن پر ململ کی مہر ہوتی ہے دس روپیہ کی قیمت کی۔

سوال یہ ہے کہ ان پھیری والوں کو یہ چیزیں کہاں سے ملتی ہیں؟ ظاہر ہے کہ ذخیرہ اندوزوں سے اور چور بازار سے۔ دکاندار اپنی دوکانوں سے کپڑا ہٹا دیتے ہیں اور ان پھیری والوں کے ذریعہ دگنے دام وصول کرتے ہیں۔

اگر آپ پانچ منٹ کے لئے کسی دوکان کے سامنے کھڑے ہو جائیں تو آپ کو اس کاروبار کی ساری حقیقت معلوم ہو جائے گی۔ مولجی جی ٹھاکرسی، انڈیا یونائیٹڈ مل اور مینچسٹر مل کی دکانوں پر دھوتی ساڑی اور ململ وغیرہ کنٹرول ریٹ پر بکتے ہیں۔ ان دکانوں کے سامنے ہر روز صبح چھ بجے سے ڈیڑھ دو سو آدمیوں کی قطار کپڑا لینے کھڑی ہوجاتی ہے۔ لیکن ان میں سے اکثر اصلی گاہک نہیں ہوتے ہیں بلکہ چھوٹے دکانداروں کے ایجنٹ ہوتے ہیں جنھیں فی روپیہ [illegible] معاوضہ دیا جاتا ہے۔ ان گاہکوں کو بھی بچیس گز کپڑا خریدنے کا حق ہوتا ہے۔ ان فرضی گاہکوں کے اصلی مالک بھی دوکان کے سامنے ہی پائے منڈلاتے رہتے ہیں۔

ان دوکانوں میں آپ کو خوبصورت عورتیں بھی نظر آئیں گی جو دھوتی اور ساڑی وغیرہ خریدتی ہیں اور آتی ہیں لیکن یہ ان کا پہناوا نہیں ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ عورتیں کپڑا اپنے لئے نہیں خریدتیں ہیں بلکہ اپنی دکانوں اور اپنے عزیزوں کی دوکانوں کے لئے خریدتی ہیں۔ جو پھیری والوں کے ذریعہ چور بازاری کرتے ہیں۔

بمبئی میں گلی گلی تک دس ہزار سے زیادہ پھیری والے ہیں۔ اب یہ رنگ مل والوں اور تھوک فروشوں کے شریک بن گئے ہیں۔ اس سے چور بازار کا رقبہ اور آبادی کو بڑھا دیا ہے۔ وہ سارا شہر اس جال میں پھنس گیا ہے۔

بمبئی ہندوستان میں کپڑے کی سب سے بڑی منڈی ہے یہیں سے کپڑا سارے ہندوستان میں جاتا ہے۔ یہاں کپڑے کو قحط کیوں ہے؟

حکومت سال بھر سے کنٹرول کے بعد بھی چور بازار کا انسداد نہیں کرسکی۔ چور بازار کو توڑنے کے لئے حکومت نے جتنی اسکیمیں بنائیں ان کا نتیجہ چور بازار والوں نے اس سے بچنے کا کوئی نہ کوئی راستہ نکال لیا۔ حکومت نے اپنی اسکیموں کی کامیابی کے لئے تھوک فروشوں اور دکانداروں کا سہارا لیا۔ اس طرح جال میں جانا ہوا کپڑا اب پھیری کرنے والوں کو سپرد کردیا۔ چور بڑے تھوک فروش تھے کیونکہ حکومت کو جلد ہی معلوم ہوگیا کہ جن لوگوں کو اس نے مہرے کے لئے مقرر کیا وہ خود اول درجے کے ذخیرہ کش تھے چنانچہ دسمبر ۱۹۴۷ء میں حکومت نے ان کو سارا اسٹاک ضبط کرلیا۔

اس وقت ملک کے مختلف حلقوں نے حکومت کو مشورہ دیا کہ وہ کپڑے کی تقسیم کا انتظام خود اپنے ہاتھ میں لے۔ حکومت کچھ کچھ راضی بھی تھی لیکن ٹیکسٹائل بورڈ کے صدر اور دوسرے ممبروں نے حکومت کو راضی کرلیا کہ اس نے کپڑے کی نگرانی اپنے ہاتھ میں لی تو وہ مستعفی ہوجائیں گے۔ حکومت دب گئی اور کپڑے کی تقسیم کی نئی اسکیم بنائی گئی۔ مختلف صوبوں کا کوٹا مقرر ہوا لیکن اس کوٹے کی تقسیم کا کام پھر مل کے آڑھتیوں کے سپرد ہوا۔

جوں ہی دکانداروں کو یہ معلوم ہوا کہ اب تھوک فروشوں کا مال ضبط ہوگیا ہے اور وہ چور بازار میں نہیں آسکے گا انھوں نے اپنا اسٹاک دکانوں سے ہٹا دیا۔ کپڑے کی قیمتیں بڑھنے لگیں دھوتیاں اور ساڑیاں تو بالکل نایاب ہوگئیں بعد میں ململ اور وائل اور لٹھا بھی غائب ہوگیا۔

صوبائی حکومت نے حال ہی میں ایک حکم کے ذریعہ دکانداروں کو ساڑیاں اور دھوتیاں بیچنے پر پابندی لگادی۔ مقصد یہ ہے کہ ان چیزوں کا اسٹاک جمع رکھ کے براہ راست راشن بندی کی جائے۔ لیکن اس کو دو ان [illegible]

سیاسی نمک پارے

از

کشّاف

بیجا تنقید

انصاری "جو قوم پرست مسلمانوں اور جمعیۃ علماء کے خیالات کا ترجمان ہے تحریر کرتا ہے کہ جہاں تک کانگریس کے اندر یہ خیال پوری قوت سے قائم رہے گا کہ وزارتیں خالص کانگریسی وزارتیں ہوں اور مخلوط وزارتیں نہ بنائی جائیں ہندوستان کے اندر آئندہ بھی فرقہ وارانہ مسائل باقی رہیں گے اور مختلف قومیتوں کا مسئلہ خصوصاً ہندو مسلمانوں کا مسئلہ حل نہ ہوگا جب تک کانگریس اور لیگ کے اشتراک سے مخلوط وزارتیں بنانے کے لئے سمجھوتہ نہ ہو ہندوستانی جمہوریت کا مسئلہ اسی طرح باقی رہے گا۔

ہمارے ایک دوست پیجامہ کا کپڑا خریدنے کیلئے سارا شہر گھومنے کے بعد جب مایوس لوٹے تو ہم نے دریافت کیا کہ ماجرا کیا ہے۔ کہنے لگے۔

دامنِ ظہر السماء! آپ ہر دی موجود ہر کپ غائب

معاصر "قومی جنگ" نے بمبئی میں کپڑے کا قحط کے عنوان سے ایک باتصویر مضمون شائع کیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ صرف ڈھیلنے کی خواتین کو بھی ایک دو ساڑیوں کے لئے دکانوں پر گھنٹوں انتظار کرنا پڑتا ہے۔ مضمون نگار نے حالات کا تجزیہ کرتے ہوئے بتایا ہے کہ پارچہ کی یہ قلت مصنوعی ہے اور اس کی غایت نفع اندوزی۔ اس مرض کا علاج یہ تجویز کیا گیا ہے کہ خود حکومت کارخانوں سے کپڑا راست حاصل کرے اور اس کی تقسیم کی ذمہ داری لے۔ مضمون نگار نے اعداد و شمار پیش کرتے ہوئے اس امر کی مدد چاہی ہے کہ تاجروں سے تعاون کی توقع رکھنا بھینس سے عدم تعاون کے مترادف ہے۔

مسٹر جیالے کے لئے فکر!

"میزان" حصہ انگریزی کے سنڈے ایڈیشن میں ایک مضمون شائع ہوا ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ ان جاسوسوں کی تفتیش بتلائی گئی ہے جن کا تعلق طبقہ اناث سے ہے اور جو امریکہ اور برطانیہ کی ممالک میں اپنے اہم فرائض انجام

دے رہے ہیں۔

لو گویا یہ عالمگیر جنگ نسوانی حسن کی کارستانی ہے۔ بیچارہ ہٹلر بلا وجہ بدنام ہے۔

غذائی مسائل کے چند گوشے (پیام کے ایک اداریہ کی سرخی)

کاتب نے غلطی سے نوشتے کو گوشے تو نہیں لکھ دیا کیونکہ اس اداریہ پر گہری نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے گوشے سے خوشہ چینی کی گئی ہے جو نفع اندوزی کا حامی ہے۔

کاشتکاروں کے اداروں کی وضاحت کرتے ہوئے گاندھی جی فرماتے ہیں کہ:۔

"وہ آزاد ادارے ہوں گے جو ساتھ ہی ساتھ کانگریس کا جزو اور اس کے نظم و ضبط کے تابع رہیں گے"

وقت واحد میں کسی تنظیم کے اندر بھی رہنا اور باہر بھی رہنا ارسطو کی منطق کی رو سے ممکن نہیں مگر گاندھی جی کی منطق محال کو ممکن بنا دیتی ہے۔

مسٹر رنگا راؤ نے آندھرا کانفرنس کی صدارت کرتے ہوئے اپنی افتتاحی تقریر میں فرمایا کہ کانفرنس نے دنیا کو یہ بتلایا ہے کہ وہ زمینداروں اور جاگیرداروں کے زیر اثر نہیں ہے۔

آگے چل کر مسٹر رنگا راؤ نے صاحب ثروت طبقہ سے اپیل کی کہ کوئی تعمیری کام بغیر مالی امداد کے نہیں چل سکتا۔ صاحب ثروت حضرات کو چاہئے کہ اپنی ثروت کا ایک حصہ پبلک کے لئے دیں۔

مطلب یہ ہے کہ مالی امداد جاگیردار اور زمیندار دیں اور اثر پبلک لیڈروں کا قائم رہے۔ یہ ایک نئی قسم کی اشتراکیت ہے جو ہوائی اخباروں میں پیدا ہو رہی ہے۔

لارڈ ویول نے لندن پہنچنے کے بعد یونائیٹڈ پریس آف امریکہ کے ایک نمائندہ سے کہا کہ ہندوستان کی ہر قسم کی خیریت ہے۔

اور یہ سب کچھ ترتیب ہے کہ گیہوں میں تازہ ہوا کھانے کا۔

ہمارے بعض ترقی پسند کامریڈوں نے جہیں سالگرہ کی ہے پاکستان کے موضوع پر ایک محفل مشاعرہ منعقد کرنے کا اعلان کیا ہے جس پر معاصر "پیام" سر راہ برہم نظر آتا ہے۔

اگر یہ محفل مشاعرہ سالگرہ کے نام سے کبھی منعقد کی جاتی سر راہ آراستہ کی جاتی تو معاصر محترم کی خوشنودی کا باعث ہوتی۔

سوامی رامانند تیرتھ نے آندھرا کانفرنس میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ:۔

مستقبل کے ہندوستان ایک آزاد جمہوری ہندوستان میں آزاد کسان رانی ہوگا۔

گاندھی جی نے واضح کر دیا ہے کہ کانگریس جمہوری کسان مزدور پر جا راج کے لئے۔

اس سے بہتر نصب العین نہیں ہو سکتا۔

کیا برلا اینڈ کو نے اس نصب العین کو قبول کر لیا۔ اگر یہ نہیں تو بابا جی سب کہانیاں ہیں۔

وہ حصہ ملک نہ جہاں بادل کی کبھی کمی نہ تھی۔ وہ حیدرآباد جس نے بلا لحاظ قوم و ملت طعام و قیام کے لئے سرائے تعمیر کرائے تھے اور وہ ورنگل جو کاکتیہ راجاؤں کی راجدھانی تھا جو برہمن اور غریب غربا کو دل کھول کر حشمہ فیض سے مستفید ہونے والے داتاؤں کی جنم بھومی تھا، جس نے لوئیں آندھرا کانفرنس میں ہزاروں شرکاء کی لذیذ غذاؤں سے مہمان نوازی کی تھی آج موجودہ غذائی بحران گیہوں کے باعث شرمندگی سے اپنا سر جھکائے ہوئے ہیں۔ (صدر استقبالیہ آندھرا کانفرنس)

افسوس! ان ذخیرہ بازوں اور نفع اندوزوں نے آندھرا تمدن کو بھی ہضم کر لیا۔

اس ضلع میں لاتعداد تاڑ کے درخت ہیں لیکن لاکھوں آدمی ان سے آزادانہ استفادہ نہیں کر سکتے۔ (صدر استقبالیہ آندھرا کانفرنس)

اگر تاڑ کے درختوں سے آزادانہ مستفید ہونے کا حق دیدیا جاتا تو بعض پبلک کہہ کر یہ شور مچاتے کہ حیدرآباد میں شہری آزادیاں مفقود ہیں۔ خدا بھلا کرے قانون آبکاری کا کہ اس کی وجہ سے کیا کیا سیاسی الجھنیں پیدا ہو رہی ہیں۔

مہاتما گاندھی نے سپرو کمیٹی سے آگے کوئی یادداشت پیش نہیں کی۔ (ایک اخباری سرخی)

بھلا ایسا ہو سکتا ہے؟ ہماری اطلاع تو یہ ہے کہ سپرو کمیٹی اپنی یادداشت شائع کرنے سے پہلے گاندھی جی کی خدمت میں پیش کر کے ان کی رضامندی حاصل کر سکتی۔

قاہرہ میں عرب کانفرنس

لیگ کے دستور کا مسودہ

قاہرہ۔ اخبار مانچسٹر گارڈین کا نامہ نگار خصوصی قاہرہ لکھتا ہے کہ فلسطین کے عرب جو اس وقت تک عرب لیگ کے اجلاسوں میں محض مشاورتی حیثیت سے شامل ہوتے رہے لیکن ووٹ دینے کا حق نہیں رکھتے تھے آئندہ لیگ کی کونسل میں مشاورتی حیثیت اور ووٹ کا پورا حق رکھیں گے۔

مجھے معتبر ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ دستور کے مسودہ کے ساتھ جو دو سیاسی دستاویزیں منسلک کی گئی ہیں ان میں یہ شرط موجود ہے اور یہ دستور کا مسودہ قاہرہ میں عرب کانفرنس کے مکمل اجلاس میں مارچ کو پیش کیا جائے گا۔

لیکن اس سیاسی دستاویز میں یہ بھی موجود ہے کہ چونکہ فلسطین کی آئندہ سیاسی حیثیت فی الحال غیر واضح ہے اس لئے عرب لیگ کونسل کے دوسرے ارکان فلسطین کے عرب نمائندوں کو عارضی طور پر نامزد کر لیں گے۔

مجھے معلوم ہوا ہے کہ دستور میں یہ دفعہ بھی رکھی گئی ہے کہ دوسرے عرب ممالک بھی جیسے جیسے وہ آزادی حاصل کرتے جائیں اس میں شامل ہو سکتے ہیں غالباً اس سے شمالی افریقہ کے عرب مراد ہیں۔

اس کونسل کا صدر مقام قاہرہ میں ہوگا اور وہ سال میں دو مرتبہ (مارچ اور اکتوبر) اپنے اجلاس کیا کرے گی۔ اس کے علاوہ بھی کسی ممبر کی تحریک پر غیر معمولی اجلاس بھی طلب کئے جا سکیں گے۔

حملہ ہونے کی صورت میں وہ ممبر کہ جس پر حملہ کیا گیا ہو کونسل سے اپیل کر سکتا ہے جس کی اکثریت کا فیصلہ آخری فیصلہ سمجھا جائے گا۔ اگر ایک ممبر دوسرے ممبر پر لشکر کشی کرے تو اس صورت میں حملہ آور رکن کو چھوڑ کر کونسل کا متفقہ فیصلہ حاصل کرنا ضروری ہے۔

جب ارکان ثالثی فیصلہ کے لئے اپیل کریں تو حکم کا فیصلہ آخری فیصلہ سمجھا جاتا ہے ارکان انفرادی طور پر عہد و پیمان باندھ سکتے ہیں۔

کونسل کے علاوہ متعدد ذیلی کمیٹیاں مقرر کی جائیں گی جو معاشیات تعلیم، معاشرتی بہبود اور صحت سے متعلق مسائل کو طے کریں گے۔

اگرچہ اس سیاسی دستاویز سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فلسطین کے مسئلے کے متعلق عرب ملکوں کا نقطۂ نظر پہلے کی نسبت زیادہ سخت ہو گیا ہے لیکن پھر بھی یہاں محسوس کیا جاتا ہے کہ دمشق اور سیاسی دستاویزات فلسطین اور شمالی افریقہ کا عرب ممالک کے نازک مسئلوں کو عمدگی کے ساتھ حل کر سکتے ہیں۔

چونکہ عرب امدادی کمیٹی نے ماہ مارچ کے دن قاہرہ میں عرب لیگ کے دستور کو منظور کر لیا ہے اس لئے عرب ممالک کی لیگ کا وجود میں آنا جو گزشتہ اکتوبر کی اسکندریہ کی سیاسی دستاویز سے بھی واضح تھا وہ اب ایک امر واقعہ بن گیا ہے عرب لیگ کے قیام سے عرب ممالک کی اتحاد کی خواہش اور یہ اتحاد جو مدت سے بالخصوص ۱۹۱۸ء کے جنگ کے دور میں عرب قومیت کے عظیم مقاصد میں شامل رہا ہے، پوری ہو گئی ہے۔ شام کے ایوان مندوبین کے صدر کے الفاظ میں عرب لیگ کی تحریک ایک ایسی رو ہے جو عرب اقوام کو بہائے لئے جا رہی ہے اور اس رو کو دنیا کی کوئی طاقت بھی نہیں روک سکتی۔ یہ امر اطمینان کا موجب ہے کہ رسالطین قریبا اور تاہرین تحریک کے متفق ہیں اور اس کو ایک ایسی مؤثر مشنری میں تبدیل کر دینے کی پرجوش خواہش رکھتے ہیں جس کے ذریعہ عرب ممالک کے مسائل طے پا سکیں۔ عرب ممالک کی اس لیگ میں مصر، سعودی عربستان، عراق، فلسطین، یمن، مشرقی اردن، شام اور لبنان کے شامل ہوں گے۔ سان فرانسسکو میں دنیا کے ایک سے عالمگیر ادارہ کے قیام سے پہلے عرب اقوام کا یہ احیا اور ان کی سیاسی بیداری کا یہ عملی مظاہرہ معنی خیز ہے۔ اس سے توقع کی جا سکتی ہے کہ ان ممالک کی سیاسی اور اقتصادی ترقی بحر حال ہو جائے گی کہ شام کے وزیر خارجہ جمیل مردام بے نے ۱۲ مارچ کو کہا تھا کہ اس عرب معاہدہ پر دستخط اس بات کے متعلق ہوں گے کہ عربستان کا ہر باشندہ اس میں تعاون کر رہا ہے اور ان زمرہ اقوام میں انتزلیت کا مقام حاصل ہوگا۔ ۲۲ مارچ کو وزرائے خارجہ کی کمیٹی کا اجلاس ختم ہونے پر مصر کے وزیر اعظم نقراشی پاشا نے کہا کہ دنیا میں ایک ایسے امن کو جس کی بنیاد اخوت مساوات اور نسل انسانی کی بہبود پر رکھی گئی ہو قائم رکھنے کے لئے بین الاقوامی تعاون کے سلسلہ میں لیگ کا وجود اہم ہوگا۔ آپ نے یہ بھی کہا کہ اگرچہ لیگ آزاد عرب ممالک کا وفاق ہے لیکن اس کا کام اور نصب العین تمام عرب کی بہبودی ہوگا۔ وزرائے خارجہ کی کمیٹی نے اسی دن ایک خاص اعلان میں بتایا۔ عرب اقوام اس وقت ماضی اور مستقبل کے مقام اتصال پر

کھڑی ہیں جہاں سے وہ ماضی کو الوداع کہہ رہی ہیں اور مستقبل میں تہذیب و انسانیت کی خدمت میں ایک گرانقدر حصہ لینے کی امید رکھتی ہیں۔

والاشان شہزادہ برار کی مصروفیات کے متعلق نواب مرزا یار جنگ بہادر کے برقیے

بخدمت نواب کاظم یار جنگ بہادر صدر المہام پیشی مبارک حیدرآباد دکن۔

ہزہائی نس والاشان شہزادہ برار نے نہایت کامیابی کے ساتھ "پرنس آف برار اسکول" کا افتتاح فرمایا۔

مرزا یار جنگ بہادر

بخدمت نواب کاظم یار جنگ بہادر صدر المہام پیشی مبارک حیدرآباد دکن

برار کے (۱۴) مختلف اداروں نے والاشان شہزادہ برار کی خدمت اور میں پیش کئے۔ کل (۱۴) سپاسنامے پیش کئے گئے اور (۲۰) ہار پہنائے گئے۔

ایٹ ہوم نہایت کامیاب ہوا۔

مرزا یار جنگ بہادر

اشتہار

حاضری مدعی علیہم مرتب محکمہ عدالت دیوانی منصفی تعلقہ جگتیال بابت [illegible]

نمبر مقدمہ ۔۔۔ باجلاس راجہ جگیشور ریڈی صاحب منصف تعلقہ جگتیال

جواری راجنا مدعی

بنام

یتنا و ساینا وغیرہ مدعا علیہم دعویٰ منسوخی انتقال اراضی وغیرہ

(۱) یتنا و ساینا ولد ۔۔۔ قوم برہمن عمر ۴۰ سال پیشہ گرہستی ساکن دہرم پوری تعلقہ جگتیال

(۲) جواری راجنل بائی زوجہ وینکٹ راجم قوم برہمن عمر ۲۵ سال پیشہ خانہ داری ساکن دہرم پوری

ہرگاہ مقدمہ صدر میں تمہارے نام مرتبہ سمن بغرض جوابدہی اجرا کئے گئے لیکن تمہاری عدم موجودگی کی وجہ سمن کی تعمیل تمہارے مکان پر ہوئی ہے۔ اس لئے بذریعہ اشتہار ہذا تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ تم بتاریخ ۵ خورداد ۵۳ف وقت دس بجے حاضر عدالت ہذا ہو کر اصالتاً یا وکالتاً جوابدہی کرو اور اسی روز جو دستاویزات حق پر تم اپنی جوابدہی کے استدلال کرنا چاہتے ہو پیش کرو بصورت غیر حاضری مقدمہ تمہارے مقابلہ میں مسموع اور فیصل ہوگا۔

آج بتاریخ ۔۔ مرارودی بہشت میری دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

ثبت دستخط۔ حکم اردو کا ۔۔۔

موجودہ دستور کے تحت جدید انتخابات کا امکان

قائد اعظم مسٹر جناح کا بیان

نئی دہلی ۲۲ مارچ۔ قائد اعظم محمد علی جناح نے یوم پاکستان کے لئے حسب ذیل پیغام روانہ فرمایا ہے۔

آج اس عہدنامہ کی پانچویں سالگرہ ہے۔ جب کہ ہم نے ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو کل ہند مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس لاہور میں پاکستان کو ہمیشہ کے لئے اپنی قومی منزل قرار دی۔ یہ ہمارا اٹل اور غیر متزلزل قومی مطالبہ ہے مسلم ہندوستان اس وقت تک خاموش نہیں رہے گا جب تک کہ ہم اس ذیلی براعظم کے شمالی، مغربی اور شمال مشرقی منطقوں میں پاکستان کو پوری طرح حاصل نہ کر لیں۔ جیسا کہ آپ کو معلوم ہے یہ مسلم ہندوستان کے لئے موت و حیات کی کشمکش ہے۔ پاکستان ہی سے ہماری نجات، حفاظت اور عزت وابستہ ہے۔ ہماری ناکامی میں ہماری تباہی ہے اور اس وقت اس ذیلی براعظم میں مسلمان یا اسلام کی کوئی نشانی یا یادگار باقی نہیں رہے گی۔ یہ ایک بڑی بھاری جوا ہے جو آپ کے آگے ہے۔

اس قومی دن کے لئے میں دوبارہ گذارش کروں گا کہ آپ ہر شعبہ جماعت میں منظم اور لیگی پرچم کے نیچے جمع ہو جائیں ہمارے نظم و نسق ضبط میں ہماری قوت ہے اور اس طاقت کی توثیق ہے جو اس جدوجہد کے کامیاب اختتام کے لئے ہمارے پیچھے کام کر رہی ہے۔ اس سے آگے بڑی بڑی قربانی نہیں ہے۔ مستقبل میں متحدہ ہندوستان کی بنیاد پر کوئی دستور قبول نہ کیجئے۔

میں اپنے اطراف مختلف قوتوں کو کام کرتے دیکھ رہا ہوں اور ہمارے دشمنوں کو سرگرم عمل پاتا ہوں اگر ہم ذرا بھی لغزش کریں گے تو خوف و خطر آگے بڑھ رہے ہیں۔ ہندوستان کے مختلف حصوں سے متعلق میں نے کافی معلومات حاصل کی ہیں اور مسلم ہندوستان کی نبضوں پر میری انگلیاں کام کر رہی ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ جب نازک وقت آن پڑے، دس کروڑ مسلمان شخص واحد کی طرح اٹھ کھڑے ہوں گے اور جب اس ملک میں کوئی قوت، جماعت یا تنظیم ہمیں دھکیل دے یا نظر انداز کر دے تو وہ کسی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔ میرا ایقان ہے کہ پاکستان ہماری گرفت میں ہے وہ پہلے ہی سے سرگرم عمل ہے۔ ہم اپنی کوششوں ہی سے سندھ، بلوچستان، صوبہ سرحد، پنجاب، بنگال اور آسام میں حاصل کریں گے جو ہمیں موجودہ صورت میں مل سکتا ہے جس کے حصول کو کوئی روک نہیں۔ اگر مسلمان اس مقدس اور نیک مقصد کی خاطر متحد ہیں اور اپنے شخصی اختلافات کو بھول جائیں تب بے شک ہم موجودہ دستوری دور میں بھی جیسا کچھ بھی وہ ہے، ان علاقوں کو موثر اور کامل طور پر فتح کر لیں گے۔ میں جانتا ہوں کہ سندھ میں مالیہ سازشوں نے لیگی وزارت کو ہلا دیا یہ ہماری نااتفاقی کا نتیجہ ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ ان ہی حالات کے تحت سرحد کی لیگی وزارت کو شکست ہوئی اور کانگریسی مسلمانوں نے وردھا کے احکام کے تحت عہدے قبول کئے اپنے تمام بنیادی اصولوں کو بالائے طاق ڈال دیا۔

حال ہی میں کانگریسی قائدین نے مسٹر گاندھی سے ملنے کے بعد یہ اعلان کیا کہ یہ سب مسلمانوں کے جوش کو زائل کرنے اور صوبہ سرحد میں کانگریسی اقتدار قائم کرنے کے لئے کیا گیا۔ یہ ممکن نہیں کہ کوئی مسلمان جس میں ذرہ برابر بھی وقار و عزت نفس ہے مسلمانوں کے اکثریتی صوبہ میں اس وزارت کو روا رکھے گا جو گاندھی جی کے تابع اور جو اگر ہم سے احکام کی مرہون منت ہو یا جو اس کانگریس کی تنظیم ہو جو مسلمانوں کی تمناؤں اور ان کے قومی مطالبات کی کٹر مخالف ہے۔ یہ ہمارے صوبہ کی ناکامی پر داغ ہے اور اسی لئے میں صوبہ سرحد کے ہر مسلمان سے ملتجی ہوں کہ وہ منظم ہو کر اس داغ کو دور کریں۔ بے شک لیگی وزارت کا زوال و قیام ہی سب کچھ نہیں ہے۔ وہ حصول مقصد کے لئے صرف ایک ذریعہ ہے مجھے آج ہی سے ہر صوبہ کو آگاہ و انتباہ کرنے دیجئے کہ وہ باقاعدہ اور منظم ہو جائے نئے انتخابات موجودہ دستور ہی کے تحت جلد یا بدیر ہو سکتے ہیں اور یہ ممکن ہے کہ ہمارے اندازوں سے بھی جلد وہ عمل میں آئیں۔ اس لئے میں آج ہی سے مرکزی پارلیمانی بورڈ کی مجلس عمل اور صوبائی لیگوں کو تاکید کرتا ہوں کہ وہ انتخابات کے لئے فوری تیار ہو جائیں یہ انتخابات اور نتائج ملک اور بیرون ممالک میں کل ہند مسلم لیگی قوت کی کسوٹی ہوں گے۔

میری پرجوش گذارش ہے کہ آپ اس قومی دن کی یاد میں پاکستان کے اہم عہدنامہ کی تجدید توثیق کریں اور حلف اٹھائیں کہ ہم سب کے لئے بڑی سی بڑی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔ انشاء اللہ ہماری فتح ہوگی

یالٹا کانفرنس کے فیصلوں کا نتیجہ

یالٹا کانفرنس میں جو فیصلے کئے گئے ان کا اثر ظاہر ہو رہا ہے۔ یوگوسلافیہ میں نئی متحدہ وزارت بن چکی ہے۔ اس حکومت کے وزیر اعظم مارشل ٹیٹو ہیں اور ڈاکٹر شوباسچ جو مہاجر حکومت کے وزیر اعظم تھے وزیر خارجہ مقرر ہوئے ہیں۔ اخباری اطلاعات سے پایا جاتا ہے یوگوسلافیہ کی مختلف قوموں کے وہ عناصر جنہوں نے جنگ آزادی کی رہنمائی کی تھی اور وطن کو نازیوں سے پاک کرایا تھا۔ اس نئی وزارت سے خوش ہیں۔ البتہ اب رجعت پسند مہاجرین کی تمام کوششیں ناکام ہو گئیں جو شاہ پیٹر کو یوگوسلافیہ جانے کی ترغیب دیتے رہتے تھے۔ یوگوسلافیہ میں ملوکیت کی جڑ کٹ گئی ہے اور نئے یوگوسلافیہ میں جمہوریت کا پرچم نئی شان سے لہرا رہا ہے۔ لیکن یونان اور اٹلی میں جمہوری تحریک کی ترقی کی رفتار سست ہے اٹلی میں جنرل رواٹا جو مشہور فاشسٹ جنرل تھا پچھلے ہفتے ہسپتال سے فرار ہو گیا۔

اس فرار کو جمہوریت پسند حلقوں میں بڑی اہمیت دی جا رہی ہے کیونکہ ایسا محسوس کیا جاتا ہے کہ اٹلی اور مغربی یورپ میں اتحادیوں کی پالیسی اب یہی ہوتی جا رہی ہے کہ جرمنی کا ساتھ دینے والے غداروں کے ساتھ نرمی برتی جائے۔ روسی اخبار ازویسٹیا لکھتا ہے کہ پریم اٹلی ایک جرمن سرمایہ دار اسٹول برگ میں اپنے کارخانے میں یوکرین کے باشندوں سے غلاموں کی طرح کام لیتے تھے اس نے روسی سپاہیوں کو موت دلانی چاہی تا کہ وہ اس کے لڑکے کو جو جرمنی میں گرفتار ہیں رہا کرا لیں۔ جب اس پر مقدمہ چلایا گیا تو پہلے اسے پانچ سال کی سزا دی گئی۔ پھر سزا کم ہو کر صرف چھ مہینے رہ گئی۔

یہی وجہ ہے کہ مغربی یورپ میں فاشسٹوں اور رجعت پسندوں کو دوبارہ برسر اقتدار آنے کا موقع مل رہا ہے۔ چنانچہ روم میں حال ہی میں ایک خفیہ فاشسٹ انجمن کا پتہ چلا ہے جس کی شاخیں تمام اٹلی میں پائی جاتی ہیں لیکن فاشسٹوں کے افراد کے بارے میں حکام جو غفلت برت رہے ہیں اس کے خلاف عوام کا غصہ بڑھ رہا ہے چنانچہ حال ہی میں روم میں ایک زبردست مظاہرہ ہوا جس میں شہریوں نے مطالبہ کیا کہ رواٹا کو یوگوسلافیہ کے سپرد کر دیا جائے جہاں اس نے عوام پر ظلم توڑے تھے۔ اطالوی کمیونسٹ پارٹی نے حکومت کو متنبہ کیا ہے کہ صرف ترقی پسند قانون منظور کرنے سے کام نہیں چلے گا۔ ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ ان قوانین پر کس حد تک عمل ہوتا ہے۔ اگر ان پر عملدرآمد نہ ہوا تو کمیونسٹ پارٹی تعاون کرنے سے معذور ہوگی۔ [illegible] کے ایجنٹ کے پاس ایک یادداشت بھیجی ہے جس میں حکومت [illegible]

قومی تحریک کی ناکامی

(بقیہ سلسلہ صفحہ (۳))

ایک قومی حکومت کا قیام عمل میں آئے گا کیونکہ جنگ کی ہنگامی ضروریات کا جو بھی خاتمہ ہوگا ہندوستان کے صنعتی و تجارتی طبقات کو زیادہ ہر دل عزیز قومی قائدین کی ضرورت ہوگی تاکہ باشندگان ہند کو ان تکالیف اور قربانیوں پر شاکر و صابر رہنے کی ترغیب دلائیں جو سرمایہ داروں کی حکومت کا لازمی نتیجہ ہوتی ہیں۔ اس قسم کی قومی حکومت کا قیام ہندوستانی قومیت کی ایک فتح متصور ہوگی لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہندوستان میں آزادی اور جمہوریت کے تمام امکانات پر تاریک گھٹائیں چھا جائیں گی۔

ان خطرناک امکانات کا قلع قمع کیا جا سکتا ہے بشرطیکہ درمیانی طبقہ کے صائب الرائے افراد یا کم از کم تعداد آزادی کے حصول کے لئے عام باشندوں کو منظم کرنے کی جدوجہد شروع کر دیں۔ لیکن درمیانی طبقہ آج کل ایک روحانی بحران میں گرفتار ہے۔ اپنے مقبول قوم پرستانہ نظریات میں ناکام ہونے کی وجہ سے وہ ایک متبادل راستہ اختیار کرنے کے قابل نہ ہو سکا بعض سیاسی کارکن یہ دیکھنے اور اعتراف کرنے سے انکار کرتے ہیں کہ قومی تحریک پر ہندوستان کے سرمایہ داروں کا قبضہ ہے۔ بعض لوگ اس کا اعتراف تو کرتے ہیں لیکن گزشتہ ۲۵ سال کے تجربوں کے باوجود انہیں اس کی امید ہے کہ اس تحریک کو بھی ایک انقلابی قیادت کے تحت لایا جا سکتا ہے۔ ایک اور طبقہ ایسا ہے جس کو قوم پرور جماعتوں کی قوت بڑھنے پر عقیدہ نہیں اور اس خیال سے اپنے آپ کو مطمئن کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ ہندوستان میں ایک اندرونی انقلاب کی کامیابی کا امکان سرمایہ داروں کے رجعت پسندانہ رائے کے بعد ہی پیدا ہو سکتا ہے ان تمام خیالات اور نظریات کا سرچشمہ یہ اعتقاد ہے کہ اپنے طبقوں کی سرپرستی اور امداد کے بغیر جمہوری آزادی کے حصول کے لئے ایک عام تحریک شروع نہیں کی جا سکتی۔ لیکن عقیدہ کی کمزوری کے باوجود یہ ایک حقیقت ہے کہ جب تک ایسی تحریک کے لئے تنظیم نہ کی جائے اور جمہوری آزادی کے حصول کے لئے ایک طاقتور عمومی جماعت تیار نہ کی جائے اس وقت تک اخلاقی اور مادی غلامی سے باشندگان ہند کی آزادی ممکن نہیں۔ اگر اس موقع کو جو اس جنگ کے بعد پیدا ہونے والا ہے ہاتھ سے جانے دیا گیا تو باشندگان ہند آزادی کی منزل سے پہلے سے زیادہ دور ہو جائیں گے۔

(انڈی پنڈنٹ انڈیا)

کفن کے لئے بھی کپڑا نہیں ملتا

(بقیہ سلسلہ صفحہ (۵))

جن دو کپڑا بازاروں کے پاس دھوتیاں اور ساڑیاں موجود نہیں۔ انھوں نے بھی اسٹاک غائب کر دیا۔

"بی نمبر کے تین ہزار دو سو دکان داروں کو بیلنس ملا ہے انہیں تو صوبائی حکومت نے بنایا ہے اور بیوپاریوں کی انجمن نے بلکہ ٹکسٹائل بورڈ کے صدر مسٹر کرشن راج ٹھاکرسے نے انہیں نامزد کیا ہے بتایا جاتا ہے کہ انھوں نے یہ لائسنس زیادہ تر اپنے ہم قوموں میں بانٹا ہے۔ اس سے دو صورت دکانداروں میں بڑی بے چینی پھیلی ہوئی ہے۔

"بی نمبر کے دکاندار" اے نمبر والوں کا ضبط شدہ مال رکھ رہے ہیں لیکن ابھی تک ان جھگڑا چھٹنے والوں کو پرمٹ نہیں ملا ہے جن کے ہاتھ بی نمبر والے اپنا مال بیچیں گے۔ شاید یکم اپریل سے اس درمیان میں بی نمبر والوں کی خرید و فروخت پر پابندی نہیں ہے اور انہیں اپنا اسٹاک چور بازار میں منتقل کرنے کا پورا موقع ہے۔

مل مالکوں کو بھی نئی مراعاتیں دی گئی ہیں پہلے انہیں اپنی پیداوار کا دو فی صدی بیچنے کا اختیار تھا۔ اب یہ شرح بڑھا کر دس فیصدی کر دی گئی ہے تاکہ وہ اپنے مل مزدوروں کو کپڑا مہیا کر سکیں لیکن ہوتا یہ ہے کہ مل مالکوں کو کروڑوں روپیہ نفع کمانے کے باوجود کپڑے کا یہ کوٹا جو مزدوروں کو ملنا چاہئے چور بازار میں بیچتے ہیں۔ ابھی پچھلے ہفتے مسٹر گوکل چند دوار کرشنو لاہور مل کے ڈائرکٹر کو اس جرم میں گرفتار کیا گیا تھا کہ انھوں نے ۲۰۰۰ گز کپڑا اپنے بنگلے میں چھپا رکھا تھا۔

بمبئی میں کپڑے کے قحط کے ذمہ دار یہی مالک ہوک فروش اور پھیری والے ہیں جو کپڑا دکانوں سے ہٹا کر چور بازار میں بیچتے ہیں اور دگنا تگنا نفع کماتے ہیں۔ حکومت کے ملازمین اس چور بازاری کو توڑنے میں بالکل ناکام رہے ہیں کیونکہ وہ خود چور بازار والوں سے ساز باز کرتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ٹکسٹائل کنٹرول بورڈ کے محکمے کے بعض ملازمین نے تھوڑی مدت میں لاکھوں روپے بنائے ہیں اور رشوت کا بازار گرم ہے چنانچہ حال ہی میں اس محکمہ کے تین انسپکٹروں کو رشوت ستانی کے جرم میں برطرف کر دیا ہے۔ جہاں ملازمین اتنے نالائق اور رشوت خور ہوں وہاں چور بازاری کا انسداد کیا خاک ہوگا۔

اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ بمبئی میں اتنا کپڑا موجود ہے کہ جس سے پوری آبادی کی ضرورت پوری ہو سکتی ہے۔ پچھلے سال جون کے بعد پولیس نے ۲۰ لاکھ گز ایسا کپڑا ضبط کیا جس کو دھیرے دھیرے فروخت ہو جانا چاہئے تھا لیکن وہ بدلے اسے چھپائے بیٹھے تھے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ کپڑا جس سے بمبئی کی آدھی آبادی کی ضرورت پوری ہو سکتی تھی (تقریباً ۲ گز فی کس کے حساب سے) چور بازار میں موجود تھا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ کپڑے کا قحط پیداوار کی کمی کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ چور بازاری اور ذخیرہ اندوزی کے باعث ہے لہٰذا جلد سے جلد دور کرنا چاہئے۔

(قومی جنگ)

صوبہ سرحد میں کانگریسی وزارت کا قیام

(بقیہ سلسلہ صفحہ (اول))

اور کانگریسی اخبارات چاہتے ہیں کہ صوبہ سرحد کا اصول دوسرے صوبوں پر بھی منطبق کیا جائے "ہندوستان ٹائمز" لکھتا ہے "وزارتوں کا قیام جہاں کہیں ممکن ہو خودداری کو ٹھیس لگائے بغیر اقتدار کا استعمال گاندھی جی کے اس فیصلہ میں مضمر ہے کہ فی الحال وسیع پیمانہ پر سول نافرمانی کا موقع نہیں"۔ یہ اخبار اس بات کی بھی تائید کرتا ہے کہ

(بقیہ سلسلہ صفحہ (۱۰))

مراسلات

بخدمت جناب ایڈیٹر صاحب "حکمت"

شہر کی صفائی میں ابتری

"دکن نیوز" خبر رساں ہے کہ محکمہ بلدیہ کے حالات کا جائزہ کرنے کے لئے جس کمیٹی کا تقرر عمل میں آیا تھا وہ اپنی رپورٹ محکمہ سرکار میں پیش کر دی ہے۔ ابھی اس سلسلہ میں خاموشی ہے کہ تحقیقاتی کمیٹی کی کیا سفارشات ہیں۔

حیدرآباد کے عوام بلدیہ کے موجودہ نظم و نسق میں جو خرابیاں پاتے ہیں اس کی وجہ نالاں ہیں۔ بعض حضرات تو یہ کہتے ہیں کہ بلدیہ ٹیکس کی وصولی میں شدت کرتی ہے اور شہریوں کی حقیقی ضروریات کی جانب توجہ نہیں کرتی۔ چند لوگوں کو یہ خیال ہے کہ امیر محلہ کی صفائی اچھی ہوتی ہے اور غربا جن محلوں میں بستے ہیں ان کی صفائی کی جانب توجہ نہیں کی جاتی۔ مختصر یہ کہ شہری اس کی موجودہ کارکردگی سے مطمئن نہیں ہیں۔ ذیل میں چند امور کی جانب محکمہ بلدیہ کی توجہ مبذول کرائی جاتی ہے امید ہے کہ وہ اس جانب اپنا قدم جلد سے جلد اٹھائے گی۔

۱۔ حدود بلدیہ اب بھی ایسے محلے ہیں جہاں پختہ موریاں نہیں مثلاً چنچل گوڑہ دبیر پورہ یاقوت پورہ نظم پل شیر آباد وغیرہ۔

۲۔ شہر کی اکثر و بیشتر سڑکوں کے فٹ پاتھ بہت ہی خستہ حالت میں ہیں ان پر سمنٹ برابر نہیں رہتی ہے اسی وجہ لوگ ان پر چلنا پسند نہیں کرتے۔

۳۔ صفائی کے کمانی اور کمانی جاروب کشی کے بعد کچرا کوڑا موریوں میں ڈالتے ہیں جس کی وجہ بدبو اور تعفن کی شکایت پیدا ہو گئی ہے اس کی روک تھام ہونی چاہیئے۔

۴۔ بعض محلوں میں جاروب کشی بھی نہیں ہوتی دریافت پر معلوم ہوا کہ صفائی کے عملہ کی قلت ہے۔

۵۔ شاہراہ عثمانی کے فٹ پاتھ پر سمنٹ برابر نہیں ہے فٹ پاتھ پر سے لوگ چلنا پسند نہیں کرتے اس کی صفائی ضروری ہے۔

۶۔ نشاط سینما سے متصل جامع مارکٹ کو جو سڑک جاتی ہے اس کے ہر دو جانب موریوں کی بچھوائی کی شدید ضرورت محسوس کی جاتی ہے۔

۷۔ تقریباً دو سال سے اعظم پورہ کی سڑک پر موری پڑی ہوئی ہے مگر اس کی درستی نہیں ہوتی۔ بلدیہ کے عہدہ داروں کے خیال پر اس کو قبول کیا جائے گا... کی مقدمت

۸۔ ہنومان ٹیکڑی سے سلطان بازار مارکٹ کو جو سڑک گزرتی ہے اس کی حالت بہت ہے اس طرح کے موریاں بھی بند پڑی ہیں۔ خصوصیت کے ساتھ سلطان بازار مارکٹ کے داہنی بائیں جانب جو موری ہے اس کو کھول کر صاف کرنا ازبس ضروری ہے۔

۹۔ موسم کی سڑک مرمت ناقص طور پر ہوتی ہے جس کی وجہ سڑک ہفتہ دو ہفتہ میں خراب ہو جاتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ مرمت اندازی کرنے کے بعد اسٹیم رولر نہیں چلایا جاتا۔

آخر میں اتنا اور کہنا مناسب خیال کرتا ہوں کہ موسم کی سڑکوں پر پانی کا چھڑکاؤ جو موقوف ہے پھر جاری ہونا چاہئے تاکہ شہری گرد و غبار سے محفوظ رہیں۔

(ایک ٹیکس ادا کرنے والا)

اجناس کا نرخ کم کیا جائے

حیدرآباد ۲۴ اردی بہشت۔ راجہ کشن داس گوپال داس صاحب جاگیردار نے حسب ذیل بیان جاری کیا ہے۔

حکومت سرکار عالی نے ماہ اردی بہشت ۱۳۵۶ ف میں جوار اور چاول کی جو قیمتیں مقرر کی تھیں اس میں آج تک کوئی کمی نہیں کی گئی حالانکہ اُمید تھی کہ جیسے جیسے سرکار کے قبضہ میں مال آتا جائے گا اجناس کی قیمتیں گھٹتی جائیں گی۔ موجودہ قیمتیں غریب طبقہ کے لئے باعث پریشانی ہیں اگر کارپوریشن چاہے تو موجودہ نرخوں سے کم دام پر مال فروخت کر سکتا ہے اور حکومت کو کوئی نقصان نہ ہوگا۔ لیکن کارپوریشن کے ڈائرکٹروں کی معلوم نہیں کیا پالیسی ہے کہ وہ قیمتوں کو بڑھا کر فروخت کر رہے ہیں جس سے غریب لوگ پریشان ہیں۔

میں امید کرتا ہوں کہ مولوی فضل اللہ صاحب اور مسٹر گرگسن اور ہمارے نئے ملکی مدار المہام نواب لیاقت جنگ بہادر جلد از جلد قیمتوں کو گھٹا کر غریبوں کو خوش کریں گے۔ میری رائے میں جوار پانچ سیر اور موٹے چاول ساڑھے تین سیر فروخت ہوں تو غریب لوگ پیٹ بھر کر کھانا کھا سکیں گے۔

صوبہ سرحد میں کانگریسی وزارت کا قیام

بقیہ سلسلہ صفحہ (۵)

لیگ کے ارکان کو بھی وزارت میں شامل کیا جائے بشرطیکہ لیگ کو عذر نہ ہو۔ "ہندو" کی رائے ہے کہ اگر حکام کی یہ خواہش ہے کہ عوام کے لیڈروں کا اشتراک عمل حاصل کیا جائے تو دوسرے صوبوں میں بھی جہاں گورنروں کے شیر دکھا رہے ہیں کوئی راستہ تلاش کیا جا سکتا ہے۔

اعلان

نشان (۱۱۱) **محکمہ صدارت نظم و معتمد سرکار عالی صیغہ ریلوے** جریدہ ۳ مرداد ۱۳۳۶ ف

۳۵۳

بنفاذ ان اختیارات کے جو تحت دفعہ (۳) ضمن (۱) فقرہ (د) دستور العمل انسداد ذخیرہ بندی و نفع اندوزی بابت صدر اعظم بہادر باجلاس باب حکومت کو حاصل ہیں بذریعہ ہذا ان انتہائی قیمتوں کا تعین کیا جاتا ہے جن پر کوئی تاجر یا شاپ میں پینے کی تمباکو کے اقسام مصرحہ ضمیمہ اول و دوم منسلکہ اعلان ہذا کو فروخت کر سکے گا۔

بشرطیکہ قیمت ہائے اقسام تمباکو مصرحہ ضمیمہ اول کی صورت میں بمبئی مدراس کلکتہ یا دہلی سے اجیبی کہ صورت ہو مقام ارسال تک حقیقی اخراجات حمل و نقل اور اخراجات حمل و نقل کروڑگیری کا اضافہ کیا جا سکے گا۔

مزید شرط یہ ہے کہ تمباکو کی اقسام مصرحہ ضمیمہ دوم پر اگر کسی مقام پر مقامی محصول عائد کیا جائے تو اس مقام کے تاجروں کو اختیار ہوگا کہ انتہائی قیمت مندرجہ اعلان ہذا میں صرف اسقدر اضافہ کریں جو ایسے محصول کی پابجائی کیلئے کافی ہو۔

منجانب صدر ناظم و معتمد ریلوے

ضمیمہ اول

سلسلہ نشان	صراحت شئے	قیمت تھوک فروشی فی درجن: ایک پونڈ کے پیکٹ میں — روپیہ	آنہ	پائی	چار اونس کے ڈبہ میں — روپیہ	آنہ	پائی	قیمت چلر فروشی: فی پونڈ — روپیہ	آنہ	پائی	۲۰ اونس — روپیہ	آنہ	پائی
۱	مسرز مارکو وتھ اینڈ کمپنی لمیٹیڈ لندن کا سیاہ اور سفید تمباکو	۲۱۱	۱۳	۱۰	۵۲	۱۰	۱۰	۱۹	۹	۸	۳	۱۳	۶
۲	مسرز گوڈ فرے فلپس لمیٹیڈ لندن (الف) سویٹ کٹ	۲۰۵	۰	۸	۵۱	۷	۴	۱۸	۱۵	۱۰	۴	۱۳	۰
	(ب) گرانڈ کٹ	۲۰۵	۰	۸	۵۱	۷	۴	۱۸	۱۵	۱۰	۴	۱۳	۰
۳	مسرز فرے اینڈ سنس (اوریس) لندن اسپیشل اسموکنگ مکسچر	۲۱۱	۱۳	۱۰	۵۲	۱۰	۱۰	۱۹	۹	۸	۲	۱۲	۱

ضمیمہ دوم

سلسلہ نشان	صراحت شئے	قیمت تھوک فروشی فی پونڈ سکہ عثمانیہ — روپیہ	آنہ	پائی	قیمت چلر فروشی فی ڈبہ سکہ عثمانیہ — روپیہ	آنہ	پائی
۱	بارنیز آئیڈیل	۱۷	۷	۳	۲	۲	۱۰ (۲ اونس)
۲	کریون مکسچر	۱۲	۳	۸	۲	۲	۲ اونس
۳	گولڈ بلاک	۱۴	۶	۲	۲	۹	۰
۴	اولڈ انگلش کروکٹ	۱۲	۳	۸	۳	۲	۸ (۴ اونس)
۵	پلیرس نیوی میڈیم	۱۷	۷	۲	۳	۴	۰ (۲ اونس)
۶	پلیرس نیزنیم	۱۹	۱۲	۸	۵	۳	۳
۷	نیری نس	۱۱	۱۰	۰	۳	۲	۰ (۲ اونس)